فیچر نگاری

ہر اخبار میں فیچر کی حیثیت کھانے میں نمک کی سی ہوتی ہے۔ جہاں اخبار میں سیاسیات، جرائم، معیشت اور ارضی و سماوی آفات کی خبریں چھائی ہوئی ہوں، وہاں ان کے کالموں میں فیچر بھی جگہ پاتے ہیں، لوگوں کے بارے میں، مقامات کے بارے میں اور اشیاء کے بارے میں فیچر، جن میں ممکن ہے کہ فوری نوعیت کی خبر موجود نہ ہو، لیکن انسانی جذبے سے مملو مواد ضرور فراہم کرتے ہیں، ان میں المیہ، طربیہ، شجاعت پر مبنی اور معمول کے واقعات، مانوس بھی اور محیر العقول بھی جگہ پاتے ہیں اور قارئین کے ذہنوں پر اثر انداز ہوتے ہیں بعض اعلیٰ درجے کے فیچر دوامی قدر و قیمت کے مالک ہوتے ہیں ان میں ایک اچھی کتاب یا البم جیسی دائمی کشش ہوتی ہے۔ معیاری فیچر قریب قریب ادب پارے ہوتے ہیں کسی اخبار میں ایسی تحریر بہت وقیع شمار ہوتی ہے۔

فیچر نگاری میں اس کے مصنف کے لیے کئی طرح کے چیلنج موجود ہوتے ہیں، اس میں روزمرہ کی خبر نویسی کی بجائے صحافی کو یہ آزادی حاصل ہوتی ہے کہ معکوس اہرام کا انداز اختیار کرے اور اپنی تحریر میں اسلوب کے حسن، فطانت، بے تکلفی اور جذبات نگار سے کام لے کر تحریر میں جان ڈال دے اس میں موضوع کی کوئی قید نہیں۔ فیچر اسٹوری میں ادب کی ٹیکنیک شامل کی جاسکتی ہے، اس میں مکالمہ، منظر نگاری اور حسن تخیل کی شمولیت بھی ممکن ہے، اس میں المیہ عنصر بھی داخل کیا جا سکتا ہے اور مزاحیہ بھی، اور موقع و محل کے مطابق فیچر نگار اپنی رائے بھی دے سکتا ہے۔

فیچر نگاری آسان نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ آسان لگتی ہے۔ ایک خبر چند افراد کی گفتگو کے ساتھ لکھ ڈالیئے اور فیچر تیار ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ اس میں بہت سی مشکلات درپیش ہوتی ہیں، کیونکہ فیچر نگاری کا کوئی طے شدہ ڈھانچہ نہیں ہوتا اور اس طرح کی دشواری ان صحافیوں کو خاص طور پر درپیش ہوتی ہے جو اخباری خبریں لکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ دوسرے صحافی اس لیے ناکام رہتے ہیں کہ ان سے فیچر نگاری کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ عام حالات میں فیچر کو صفحہ اول کی خبر شمار نہیں کرنا چاہیے اور نہ اس میں کسی خاص دن میں پیش آنے والے اہم واقعات کا اندراج ہوتا ہے۔ اس کے باوجود وہ لوگ جن میں تخلیق کا ملکہ پایا جاتا ہے، اگر فیچر نگاری میں طبع آزمائی کریں تو انہیں کوئی اور شعبہ اس سے بہتر نظر نہیں آئے گا۔

موضوعات کی تلاش

فیچر نگاری کا اہم ترین سبق یہ ہے کہ فیچر نگار تقریباً ہر موضوع کو فیچر کا رنگ دے سکتا ہے، بشرطیکہ اس کا گہرا ہو، اس میں سوال کرنے اور تلاش کرنے کا ملکہ ہو، وہ اپنی معلومات کو مرتب کرنا جانتا ہو اور اس کی تحریر میں سلیقہ اور رکھ رکھاؤ ہو۔ ایسے موضوعات جو انتہائی مایوس کن ہوتے ہیں ان پر بھی انتہائی کامیاب بلکہ تہلکہ خیز فیچر لکھے جا سکتے ہیں۔ شکاگو ریڈر ایک ہفت روزہ ہے، اس نے ایک فیچر 19 ہزار الفاظ پر مبنی مگس پروری یونی شہد کی مکھی پالنے کے موضوع پر شائع کیا۔ اسی طرح اٹلانٹک میگزین نے ایک مختصر اور رنگا رنگ تحریر اور رنگا رنگ تحریر اریزون سٹی میں ہمسائیگی کے موضوع پر شائع کی۔ اس طرح کی لاتعداد تحریریں موجود ہیں۔ اوردو اخبارات میں سماجی موضوعات، مثلاً سیر وسفر، جرم وسزا اور رفاہی اداروں کی کارگردگی پر نہایت کامیاب فیچر شائع ہوتے رہے ہیں۔

ویسے تو فطری طور پر ایڈیٹر صاحبان کو فیچر کے نئے نئے موضوعات سوجھتے ہیں، جن سے فیچر لکھنے والوں کو مدد ملتی ہے، لیکن وہ خود بھی اپنے طور پر نئے موضوعات ڈھونڈ کر لاتے ہیں۔ وہ ایک موسیقار کے کان سے سنتے ہیں اور مصور کی آنکھ سے دیکھتے ہیں انہیں مطالعے کا، تحقیق وجستجو کا اور لوگوں کے خیالات سننے کا بے پناہ شوق اور زندگی سے والہانہ محبت ہوتی ہے۔

دوست، احباب، رشتے دار اور خود اخبارات بھی فیچر نگاری کے لیے نئے نئے موضوعات فراہم کرے ہیں۔ فرض کیجئے، آپ یعنی ایک فیچر نگار سے آپ کا دوست اپنے کاروباری شعبے میں کسی نئے رجحان کا ذکر کرتا ہے۔ لیجئے، ایک اچھے فیچر کا موضوع ہاتھ آ

گیا۔ آپ کا کوئی رشتے دار اپنے ایک ہمسائے کا ذکر کرتا ہے جو فرصت کے اوقات میں مغلیہ عہد کے گمنام مصنفوں کے مسوادت پڑھتا رہتا ہے یہ ایک اور فیچر کا موضوع ہے۔ دیوار پر ایک پوسٹر چپکایا گیا ہے، جس میں لکھا ہے کہ رضا کاروں کا ایک گروہ مرکزی حکومت سے سرمائے کے حصول کے لیے تگ و دو کر رہا ہے، تا کہ یہ رقم لاوارث بچوں کی نگہداشت میں کام آ سکے۔ یہ بھی فیچر کا ایک اچھا موضوع ہے۔ آپ کے لیے گر کی بات بس یہی ہے کہ اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھیں، ہر وہ بات جو سننے میں آئے اور آپ کی دلچسپی کی ہو، اس کے سلسلے میں چھان پھٹک کر لیں۔ اخبار میں کاروبار کے صفحات پر نظر ڈال لیا کریں یا روزانہ کی مصروفیات کا جو شیڈول شائع ہوتا ہے اسے پڑھ لیا کریں۔ کیا شہریوں کا ایسا کوئی گروپ ہے، جو ان مسائل پر کام کر رہا ہے، جن کا تذکرہ آپ کے اخبار میں نہیں۔ مثلاً شراب نوشی یا بر خوری وغیرہ۔

عام لوگوں میں مروجہ میلانات کا جائزہ لیجئے۔ امسال لوگوں کا لباس کیا ہے؟ ان کے پسندیدہ رنگ کون سے ہیں؟ وہ کس طرح کی دعوت، مدارات کا اہتمام کرتے نظر آتے ہیں۔ کاروں کے مقبول برانڈ کون سے ہیں؟ رجحان پر مبنی فیچر کی ایک اچھی مثال لاہور کے ایک روزنامے میں نظر آئی۔ فیچر نگار نے شادیوں میں بینڈ باجے کی موجودگی کے رجحان کا تذکرہ کیا تھا۔ رجحانات پر لکھنے میں بالعموم بہت لطف آتا ہے۔

ریستوران میں بیٹھے ہوئے لوگ کیا باتیں کرتے ہیں، کبھی کان لگا کر سنئے۔ دوسرے اخبارات بھی پڑھیے۔ ان چھوٹی چھوٹی خبروں پر بھی نظر ڈالتے چلیے جنہیں زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔ ممکن ہے کہ اس میں ''خبر'' اس سے کہیں زیادہ ہو، جتنی رپورٹر کو نظر آئی۔ (یہ بات قتل کی خبروں پر خاص طور سے صادق آتی ہے) مجلّے بھی پڑھیے، بلکہ اشتہارات بھی۔ ان سے کوئی نیا خیال سوجھ سکتا ہے امریکہ میں پیٹر گرین برگ ایک مشہور سفری نامہ نگار ہے۔ فری لانس صحافت کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے ایک بار اس نے کہا کہ اپنے لیے موضوع تلاش کرنے کی خاطر اسے 18 اخبارات کھنگالنے پڑتے ہیں۔ اس تلاش سے جو موضوعات حاصل ہوتے ہیں ان پر لکھے جانے والے بعض نہایت اچھے فیچر مجلوں کی زینت بنتے ہیں۔ گم شدہ بچوں اور ضرورت رشتہ کے اشتہارات کی مدد سے اخبارات میں نہایت عمدہ فیچر شائع ہوتے ہیں۔

نیو یارک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس شہر کے گلی کوچوں میں ایک ہزار فیچروں کے موضوع بکھرے ہوئے ہیں۔ یہی بات لاہور، کراچی، جکارتہ اور بنکاک پر صادق آتی ہے۔ پھیری والے، رکشا ڈرائیور، حجام، گویے اور شاعر، بچوں میں جرائم پھیلانے والے افراد اور منشیات کے کاروبار میں شریک امراء یہ سبھی فیچر کے موضوع بن سکتے ہیں، اسی طرح فنکاروں، شاعروں، موسیقاروں اور عجیب وغریب شوق اور مشاغل کے مالک افراد سے انٹرویو کئے جاسکتے ہیں۔

فیچر کی ساخت

ایک رپورٹر کو یہ بتانا کہ فیچر کیسے لکھا جاتا ہے ایسا ہی ہے جیسے کسی نوآموز ناول نگار کو یہ سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ کتاب کس طرح لکھتے ہیں۔ فن کسی طرح کا بھی ہو، اس کے کچھ گر ہوتے ہیں لیکن بندھا ٹکا فارمولا یا کلیہ نہیں ہوتا۔ یہ سلیقہ تجربے سے آتا ہے۔ تجربے کی بدولت ہی صحافی کو اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے موضوع کو سمجھ کر اسے اس طرح برتا جائے کہ قارئین سے اس کی دلچسپی قائم ہو اور وہ اسے شوق سے پڑھیں۔

اگر فرض کر لیا جائے کہ ایک ''سٹوری'' کی ساخت چھوٹے پیمانے پر ایک عمارت کی ساخت کی طرح ہے تو صحافی کے اندر چھپے ہوئے ماہر تعمیرات کو بروئے کار آنا چاہیے۔ ہر عمارت کا بلیو پرنٹ ہوتا ہے۔ سٹوری کا بلیو پرنٹ وہ خاکہ ہے جو بالعموم صحافی کے ذہن میں ترتیب پاتا ہے تحریر کی ابتدا کیسے کی جائے، وسط کا حصہ کس طرح لکھا جائے اور اس کا خاتمہ کس طرح ہو، یہ باتیں ذہن میں ترتیب پاتی ہیں۔ ایک بار لکھنے کے بعد دوبارہ لکھنا تاکہ تحریر معیاری ہو، ایک لازمی امر ہے۔ خبر نگاری میں نہ سہی، لیکن فیچر نگاری میں تو ایسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ فیچر نگاری میں زیادہ تخلیقی صلاحیت اور حسن کاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ فیچر کا آغاز وانجام کیسے ہو، یہ بات تجربے سے سمجھ میں آتی ہے، لیکن فیچر نگاری کا فائدہ یہ ہے کہ دوسری صحافیانہ تحریروں کے مقابلے میں یہاں صحافی کو آزادی حاصل ہوتی ہے کہ جو بھی پیرایہ پسند آئے اختیار کرے اور جیسے چاہے لکھے۔

ابتدائیہ

ایک تعارفی پیراگراف یا ابتدائیہ کسی بھی انداز سے لکھا جا سکتا ہے۔ البتہ ایک

اچھے ابتدائیے کی خصوصیت اس میں انسانی عنصر کا پایا جانا ہے۔ یہ کوئی اچھا ابتدائیہ نہ ہوگا کہ کسی چیز کے بارے میں عمومی انداز میں بات کی جائے۔ اپنے موضوع گفتگو کو انسانی حوالے سے تحریر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ قارئین اس سے فوراً اپنا رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔ اس میں مزاح بھی شامل ہے اور بیانیہ انداز بھی۔

بہر حال، جیسا کہ یہاں نمونے کی چند مثالوں سے واضح ہوگا، ابتدائیے کے لیے ہرگز ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ ہی انسانوں کے بارے میں ہو۔ لیکن موزوں و اور برمحل ہو تو یقیناً موثر ہوگا۔ یہاں وہ چند عام طریقے بیان کئے جاتے ہیں جو اچھے مصنفوں نے اپنے فیچر کے آغاز میں اختیار کئے:

> ''نومبر کا مہینہ تھا۔ لندن کا موسم انتہائی سرد تھا۔ پورا لندن موسم سرما کی سرد لہر میں لپٹا ہوا تھا۔ اس عالم میں انگلستان کی پارلیمنٹ میں وہاں کے بادشاہ جارج پنجم نے پہلی گول میز کانفرنس کا افتتاح کیا۔ اس کانفرنس کا مقصد یہ تھا گفت وشنید کریں۔ کانفرنس کے باقاعدہ افتتاح کے بعد دونوں طرف سے تقاریر کا گرما گرم سلسلہ شروع ہوا۔ انگریز رہنماؤں نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا اور برصغیر کے لیڈروں نے اپنے نقطہ نظر کی تفصیلی وضاحت کی۔ ان رہنماؤں میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو بستر علالت سے اٹھ کر ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے یہاں آیا تھا۔ جب اس شخص کی باری آئی تو اس نے نہایت شستہ انگریزی میں تقریر کی۔ ان کی تقریر سے پورے ہال میں ایک سناٹا سا چھا گیا۔

انگریزوں نے کسی غیر ملکی کو ایسی شستہ زبان میں زوردار اور مدلل تقریر کرتے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ جو کچھ بیان کر رہا تھا، اس کی دلیلیں بھی ساتھ ہی دے رہا تھا۔ اپنی تقریر میں اس نے نہ بادشاہ کی پرواہ کی اور نہ وزیروں کی۔ اس نے پارلیمنٹ کے اراکین سے مخاطب ہو کر کہا: ، میں آپ کے ملک میں ایک مقصد لے کر آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں یہاں سے آزادی کا پروانہ لے کر جاؤں۔ میں غلام ملک میں کبھی واپس نہ جاؤں گا بلکہ اس آزاد ملک میں موت کو اپنی غلامانہ زندگی پر ترجیح دوں گا۔ اگر آپ نے ہمیں آزادی نہ

دی تو آپ کو مجھے اپنے ملک میں قبر کے لیے جگہ دینی پڑے گی ....'

''یہ الفاظ اس عظیم رہنما کے ہیں، جنہیں آج دنیا مولانا محمد علی جوہر کے نام سے جانتی ہے''---مشرق 4 جنوری 1991ء

جیسا کہ آپ نے دیکھا، مولانا محمد علی جوہر کے بارے میں یہ ایک فیچر کا ابتدائی حصہ ہے۔ ایک مضمون نگار اگر مولانا کا سوانحی خاکہ لکھتا تو اس کا اسلوب کچھ اور ہوتا مثلاً یہ کہ ''برصغیر میں تحریک آزادی کے عظیم رہنما اور مسلم لیگ کے نامور قائد مولانا محمد علی جوہر رام پور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے علی گڑھ میں تعلیم پائی۔ تحریر اور تقریر دونوں میں انہیں ملکہ حاصل تھا---'' وغیرہ وغیرہ۔ فیچر نگار اس روایتی اسلوب سے کنارہ کشی کرتے ہوئے ڈرامائی انداز اختیار کرتا ہے۔ لندن۔ نومبر کا سرد موسم۔ ان الفاظ سے ذہن میں ایک اجنبی شہر کے سرد اور نامہربان موسم کا نقشہ پھر جاتا ہے پھر گول میز کانفرنس کا اجلاس ایک باجبروت سلطنت کے بادشاہ اور اس کے وزراء کی مرعوب کن موجودگی۔ ان الفاظ سے ایک ماحول پیدا ہوتا ہے اس کے بعد ہندوستانی وفد کے ایک رکن کی ولولہ انگیز تقریر۔ شستہ، مدلل اور زور دار تقریر۔ یہاں تک پڑھنے کے بعد قاری کا متجسس ذہن یہ جاننے کے لیے بے چین ہو جاتا ہے کہ آخر وہ مقرر کون تھا، جس نے جلیل القدر حکمرانوں سے بھی مرعوب ہونا نہیں سیکھا تھا۔ فیچر نگار کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ ایک ڈرامائی ماحول پیدا کر کے قارئین کو اپنی تحریر کی طرف کھینچ لے، اپنے فیچر میں ان کے لیے دلکشی پیدا کرے اور ابتدائی فقروں میں سسپنس باقی رکھے۔ اس طرح قارئین اس کی تحریر کو دلچسپی سے پڑھیں گے۔

یہ تمہید قدرے طویل ہوگئی۔ طویل تمہید بعض صورتوں میں منفی تاثر پیدا کرتی ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب فیچر کا ابتدائیہ کسی طویل اقتباس سے مرتب کیا جائے اور یہ اقتباس کسی سپاٹ اور غیر دلچسپ عبارت پر مبنی ہو۔ اس صورت میں قاری چند سطریں پڑھنے کے بعد اسے چھوڑ دے گا۔ مذکورہ بالا تحریر اگر قدرے مختصر ہوتی تو اس کے تاثر میں اضافہ ہو جاتا۔

فیچر کا آغاز کس طرح کیا جائے اس کے بندھے ٹکے اصول تو نہیں، لیکن ایک بات طے ہے کہ اس میں قارئین کی گہری دلچسپی کا عنصر ضرور ہونا چاہیے۔ تجسس، تحیر، ڈرامائی کیفیت، دلاویز اور دلنشین عبارت، یہ وہ خوبیاں ہیں جو قاری کو اپنی طرف کھینچتی ہیں اور فیچر پڑھتے ہوئے وہ کچھ دیر کے لیے اس کے طلسم میں کھو جاتا ہے۔ اب آپ ایک

اور فیچر کی ابتدائی سطور ملاحظہ کیجئے:

''طوفانی انداز میں شفا خانے کے شعبہ ہنگامی امداد میں ایک گروہ داخل ہوا۔ مریض اسٹریچر پر تھا اور ساتھ ساتھ اس کے رشتے دار شور کرتے ہوئے اندر داخل ہو رہے تھے، حالات تشویش ناک اور وقت کم تھا۔ فوری طور پر طبیب نے بحالی قلب و نفس کے لیے مریض کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے کہ اس کے سینے کو دبائے۔ وہ بیمار کے قریب خمیدہ ہو کر اس کا سینہ دبانے لگا۔ اس کی بیوی جو پردے کی اوٹ میں یہ سب دیکھ رہی تھی، ہذیانی انداز میں چیختی ہوئی اندر گھس آئی اور طبیب کو تقریباً دھکے دیتے ہوئے بولی، یہ کیا کر رہے ہو؟ خدا کے لیے میرے میاں کو بچاؤ۔

طبیب کے لیے اس صورت حال سے نپٹنا مشکل ہو گیا۔ طبیب نے مریض کو اپنے معاون پر چھوڑا اور خود مریض کی اہلیہ اور دیگر اعزہ کو صورت حال سمجھانے کی سعی ناکام میں مصروف ہو گیا۔ مریض کے تمام ساتھیوں کی زبان پر ایک ہی فریاد تھی، خدا کے لیے اسے بچاؤ۔ خرچ کی پرواہ مت کرو۔ کوئی بھی دوا ہو، ہم ابھی لانے کے لیے تیار ہیں۔ باہر سے بھی منگا سکتے ہیں۔ اس کے تمام رشتے دار حواس باختہ تھے، اس وقت صورت حال فوری توجہ کی محتاج تھی کہ معاملہ صرف لمحات کا تھا۔ نہ باہر سے کوئی دوا آسکتی تھی اور نہ مزید کسی دوا کی ضرورت تھی۔ بیمار کو صرف ماہرانہ بحالی قلب و نفس کی ضرورت تھی جو طبیب اور اس کے معاون چند تدابیر و تراکیب سے انجام دے سکتے تھے مگر اس کے ادا کرنے کا ان کو موقع نہیں دیا جا رہا تھا۔''

(جنگ۔ کراچی 4 جنوری 1990ء)

یہ فیچر جیسا کہ آپ نے اندازہ کیا ہو گا۔ معالج کی مجبوریوں کے موضوع پر ہے۔ شفا خانوں میں مریضوں کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان میں تیمارداروں اور مزاج پرسی کے لیے آنے والوں کا رویہ بھی شامل ہے، جو اپنی لاعلمی یا خودغرضی سے طرح

طرح کے مسائل پیدا کرتے ہیں اور معالج اور شفاخانے کے عملے کا کام دو چند ہو جاتا ہے۔ فیچر کے آغاز میں ایک مثال دے دی گئی ہے، جو کسی اسٹیج ڈرامے کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ اس میں تحیر بھی اور سسپنس بھی ہے۔ قاری جاننا چاہتا ہے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو مریض کی شفایابی کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں، اپنی بے تدبیری سے اس کی زندگی کے درپے ہو رہے ہیں، اگر وہ ذرا تحمل سے سے کام لیں اور خاموشی کے ساتھ معالج کو اپنا فرض ادا کرنے دیں تو مریض کی جان بچائی جائے۔ فیچر کے آغاز میں جو مثال دی گئی ہے، فیچر کا مقصد موثر طور پر بہت کچھ اسی مثال سے واضح ہو جاتا ہے اور اس کی ڈرامائیت سے محظوظ ہو کر قاری فیچر کو آخر تک پڑھنا چاہتا ہے۔

فیچر میں تجسس کس طرح پیدا کیا جاتا ہے اس کی ایک اور مختصر سی مثال ملاحظہ کیجئے:

''پانچویں جماعت کی ایک طالبہ کو ایک اشتہاری کمپنی نے اپنے کمرشل میں کام کرنے کی پیشکش کی تو نوعمر طالبہ بھونچکی رہ گئی۔ اس کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ کبھی ٹیلیویژن یا فلم کے اسکرین پر آرٹسٹ کی حیثیت سے نمودار ہوگی وہ تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے پہلے پہل تو اس نے اس پیشکش کا کوئی مثبت جواب نہ دیا، لیکن اپنی بڑی بہن فاخرہ کے مجبور کرنے پر جو خود بھی ٹی وی کے کمرشل میں کام کرتی تھی، اس نے حامی بھر لی۔ چنانچہ اس نے جیٹ واشنگ پوڈر کے کمرشل میں کام کیا اور راتوں رات شہرت کی بلندی کو چھولیا۔ اس کے چہرے کے کمسن تاثرات اور بھولی بھالی اداؤں سے فلم سازوں کو اس حد تک متاثر کیا کہ وہ اس کے گھر کے چکر لگانے لگے۔

معصوم طالبہ بابرا شریف کو اس بات کا یقین ہی نہیں تھا کہ وہ کبھی ملک کی سب سے بڑی آرٹسٹ کہلائے گی۔''

(جنگ۔ کراچی 4 جنوری 1991ء)

عام لوگوں کی عادات مطالعہ پر ایک فیچر کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

''یہ لاہور کی سب سے معروف سڑک مال روڈ پر واقع ایک معروف

اور مشہور بک اسٹال کا منظر ہے۔ وسیع رقبے پر پھیلی اس دکان میں مختلف شعبے ہیں اور ہر شعبے میں سجی بنی بے شمار کتابیں۔ کتابوں سے ذرا پرے اسٹیشنری، ویو کارڈ، ڈائری، کیلنڈر اور اسی طرح کی دوسری اشیا اور ان کے ساتھ ایک بڑے رقبے کو گھیرے ہوئے بڑے بڑے میزوں پر رسائل کا انبار۔ نئی نئی کتابیں دیکھ کر میرا بڑا جی خوش ہوا۔ کتنی دیر میں ان کے ٹائٹل دیکھتا رہا اور پھر اس کام کی طرف متوجہ ہوا جس کے لیے یہاں آیا تھا۔ مجھے صرف خریداروں کو دیکھنا تھا۔ ان کے مزاج اور پسند کا ایک بار پھر جائزہ لے کر کچھ نتائج اخذ کرنے تھے، ایک گھنٹے میں چھ لوگوں نے ادبی کتابیں خریدیں، 12 نے رسائل، 5 نے انگریزی ناول، 10 نے بچوں کی تصویری کہانیاں اور 79 نے ویو کارڈز اور اسٹیشنری کی ملی جلی اشیا جب کہ 27 صرف ورق گردانی کر کے دکان سے باہر چلے گئے۔ دو عمر رسیدہ لوگ اس ایک گھنٹے کے بعد بھی ورق گردانی میں مصروف رہے۔''

(نوائے وقت 28 دسمبر 1990ء)

فیچر کے آغاز کا یہ سادہ سا انداز ہے، لیکن فیچر نگار کے ذاتی تجربے نے اس سادگی میں کشش پیدا کر دی ہے۔ لوگ کیا پڑھنا چاہتے ہیں اور کس طرح کی مطبوعات خریدنا ناپسند کرتے ہیں، اس کا ایک سرسری اندازہ ان چند سطور سے ہو جاتا ہے۔

نیوز فیچر

کچھ فیچر خبروں کے حوالے سے وجود میں آتے ہیں۔ خبر میں تمام ضروری باتیں سمیٹ لی جاتی ہیں، لیکن اس کے پہلو بہ پہلو کچھ اور حقائق بھی ہوتے ہیں جن کے لیے اخبار کے کالم میں گنجائش نہیں ہوتی اور نہ ان میں خبر کی طرح فوری اور ہنگامی دلچسپی کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ لہٰذا ان حقائق پر مبنی فیچر لکھے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر 1988ء کے انتخابات کے دوران میں بعض اخبارات نے ایک ضعیف العمر خاتون کے بارے میں، جن کی عمر ان کے اندازے کے مطابق 185 سال تھی، فیچر شائع کیا، جس میں بتایا گیا تھا

کہ خاتون کے پڑپوتوں نے کس طرح انہیں پولنگ اسٹیشن تک پہنچایا اور انہوں نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا۔ یقین نہیں آتا کہ خاتون کی عمر اتنی ہی تھی، لیکن فیچر کی تفصیلات دلچسپی سے خالی نہ تھیں۔ دیکھا جائے تو انتخابات کے حوالے سے اور کئی فیچر نکلتے ہیں۔ مثلاً ایک فیچر ان لوگوں کے بارے میں ہوسکتا ہے جو دیواروں پر نعرے لکھتے ہیں اور رات کے اندھیرے میں پوسٹر چسپاں کرتے ہیں۔ ایک اور فیچر ان لوگوں کے بارے میں ہوسکتا ہے، جو انتخابات کے وسیلے سے اپنی روزی پیدا کرتے ہیں، پوسٹر، کتابچے، ہینڈ بل اور مضامین لکھنے والے، تقریریں لکھنے والے، انتخابی مہم میں شریک ورکر اور کرسیاں، کراکری، تمبو، شامیانے کا کاروبار کرنے والے افراد۔ ان شہروں کے بارے میں بھی فیچر شائع ہو سکتے ہیں، جہاں انتخابی معرکے گرم ہوئے، مثلاً کوٹ ادو ایک عام سا قصبہ ہے، لیکن نیشنل پیپلز پارٹی کے لیڈر غلام مصطفیٰ جتوئی اور پاکستان پیپلز پارٹی کے امیدوار کے درمیان جب شدید انتخابی مقابلہ درپیش ہوا اور وہاں بڑے بڑے جلسے ہونے لگے تو اخبارات میں کوٹ ادو کا نام اس طرح اہمیت کر گیا جیسے لاہور، کراچی اور پشاور۔ اس وقت بعض اخبارات نے کوٹ ادو پر مختصر فیچر شائع کئے۔ مثال کے طور پر صدر مملکت کسی شہر یا چھوٹے قصبے کا معائنہ کرنے جا رہے ہوں تو ان کی آمد کی تیاریوں کے بارے میں فیچر شائع کئے جا سکتے ہیں، جنوبی ایشیا کے ملکوں کے سربراہوں کی ایک کانفرنس مالی یا کھٹمنڈو میں ہو رہی ہو تو ان شہروں کے بارے میں فیچر دلچسپی سے پڑھے جائیں گے۔

فیچر کا وسطی حصہ

کسی فیچر کا ڈھانچہ استوار کرنا ایک مشکل کام ہوتا ہے۔ حوالے کی بات چیت اور ضروری تفصیلات کو آپس میں اس طرح مربوط کرنا کہ قارئین اسے آخر تک دلچسپی سے پڑھیں، نہایت محنت طلب ہوتا ہے۔ دشواری خاص طور پر اس وقت ہوتی ہے، جب فیچر نگار کے پاس اعداد و شمار، واوین کے درمیان لکھی جانے والی عبارت اور تفصیلات بکثرت موجود ہوں۔ فیچر اگر طویل ہو تو بہتر ہوگا کہ اس کا ایک خاکہ الگ کاغذ پر پہلے سے بنا لیا جائے اس سے خاصی مدد ملے گی یا ایک ''کچا'' مسودہ لکھا جائے تاکہ جب اسے دوبارہ لکھا جائے تو وہ ہر طرح سے درست اور بے عیب ہو۔ ''کچے'' مسودے میں ترمیم واضافہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ اگر ایک فیچر نگار ہیں اور اپنے فیچر کا ابتدائیہ بیانیہ انداز میں لکھ رہے ہیں تو اس بیان کو طول نہ دیجئے، ورنہ قارئین مخمصے میں پڑ جائیں گے اور ان کی سمجھ میں ہی نہیں آئے گا کہ آپ کیا لکھتے جارہے ہیں۔ قاری کے لیے اس سے زیادہ اذیت ناک کوئی اور بات نہیں ہوسکتی کہ اصل موضوع سے متعارف ہونے اور معاملے کی تہہ تک پہنچنے کے لیے اسے آدھا مضمون پڑھنا پڑے۔ آپ قارئین کا امتحان نہ لیجئے ان کے صبر کی آزمائش نہ کیجئے، ورنہ وہ اکتا جائیں گے اور ورق الٹ کر دوسرا مضمون پڑھنے لگیں گے۔

ہر فیچر کا ایک ابتدائیہ، ایک وسطی یا درمیانہ حصہ اور ایک اختتامیہ ہوتا ہے۔ اسے لکھنے کا ایک عام طریقہ یہ ہے کہ خبر کی طرح لکھا جائے یعنی اہم اور دلچسپ باتیں ابتدا میں ہی لکھ دی جائیں، اپنے موضوع کو متعاف کراتے ہوئے حوالے کی گفتگو نقل کی جائے، پھر کوئی مکالمہ یا صورت احوال کا کوئی بیان ہو۔ یہ سب فیچر نگاری کے موثر اور آزمودہ طریقے ہیں۔ اسی طرح اپنے نقطہ نظر کی صراحت کے لیے ٹھوس مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اس سے بھی فیچر میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔

فیچر نگاری میں اسلوب کی خاص اہمیت ہے۔ فیچر نگار کو ایسی عبارت لکھنی چاہیے، جس کے فقرے مفرد اور براہ راست ہوں۔ مثلاً یہ عبارت: ''مسٹر زید جو ایک اسکول ٹیچر ہیں، اس وقت اپنے طلبہ سے باتیں کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ انہیں اپنا کام دوسروں پر چھوڑنے کی بجائے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ان کا کام اپنے ہاتھوں خود ہی انجام پذیر ہو۔''

یہ مرکب فقرے ہیں اور بالواسطہ ہیں۔ اس کے علاوہ پیچیدہ اور گنجلک ہیں۔ یہی عبارت اس طرح لکھی جاسکتی ہے۔ ''مسٹر زید ایک اسکول ٹیچر ہیں وہ اپنے طلبہ سے باتیں کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ آپ اپنا کام دوسروں پر نہ چھوڑیئے بلکہ کوشش کر کے اسے خود ہی انجام دیجئے۔''

''یہ فریضہ میرے ہاتھوں تکمیل کے مرحلے تک پہنچا'' ایک ثقیل عبارت ہے۔ اسے یوں بھی لکھ سکتے ہیں'' ''یہ فریضہ میں نے ادا کیا۔''

فیچر کی عبارت توانا اور گھٹی ہوئی ہونی چاہیے۔ اس میں رنگا رنگ تفصیلات اور اہم اعداد و شمار بے ساختہ انداز سے آنے چاہئیں، فیچر میں بے ساختگی اور بے تکلفی بھی ہوسکتی ہے، متانت اور گہری سنجیدگی بھی۔ اس کا انحصار فیچر کے موضوع پر ہے۔ فیچر نگار کو چاہے کہ

اپنے موضوع کو اچھی طرح سمجھ لے اور پھر یہ طے کر لے کہ اس کا لہجہ کیا ہوگا اور جب اس کا تعین کر لے تو اس لہجے کو آخر تک برقرار رکھتے سنجیدہ عبارت لکھتے لکھتے قلم کا رخ اچانک مزاح کی طرف موڑ دینا یا مزاح سے سنجیدگی کی طرف چل پڑنا کوئی اچھی بات نہیں۔

فیچر کی جو ساخت وضع کی گئی ہے، اس میں ضروری اجزا یہ ہیں: پس منظر کی تفصیل، رنگ آمیزی، حوالے کی عبارت (جو واوین کے درمیان لکھی جاتی ہے) مکالمے اور اختتامیہ۔ ایک محتاط قاری کو مطالعہ کے دوران میں خود ہی یہ معلوم ہو جائے گا کہ ابتدائیہ میں جن نکات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، متن میں انہی کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ ابتدائیہ میں جو مثالیں درج کی گئی تھیں، متن میں انہی مثالوں کو مناسب انداز سے شامل کیا جا سکتا ہے۔

پس منظر

آپ اپنے فیچر میں جس فرد یا گروہ کا کردار پیش کر رہے ہیں یا جس رجحان سے بحث کر رہے ہیں، ابتدائی چھ پیراگراف کے اندر کہیں نہ کہیں اور کچھ نہ کچھ اس کا پس منظر بیان کرنا نہ بھولیئے۔ ایک شخص کی عمر اور ایک خاص پیشے میں اس کی آمد کی تاریخ سے قارئین کو اس کے تجربے اور بعض دیگر امور کا خود ہی اندازہ ہو جائے گا، مثلاً کسی فلم اسٹار کو پہلی بار نمایاں ہو کر سامنے آنے کا موقع کب ملا؟ خواتین کا ایک مخصوص گروہ کب قائم ہوا؟ ایک سیاست دان پہلی بار کب کسی عہدے کا امیدوار ہوا اور وہ کون سے عوامل تھے، جن کی بدولت اسے کامیابی حاصل ہوئی؟ خواتین میں شلوار قمیض کا فیشن کب آیا؟ وغیرہ وغیرہ، یہ وہ سوالات ہیں، جن کے جواب، ان میں سے ہر متعلقہ فیچر کے ابتدائی پیراگراف میں مل جانے چاہئیں۔

ہر اس فرد کے بارے میں جسے فیچر نگار متعارف کراتا ہے، پس منظر کے طور پر ایک دو پیراگراف ضرور لکھے ہونے چاہئیں۔ اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ فیچر میں اس شخص کی اہمیت کتنی ہے۔ اگر اس کی حیثیت کلیدی ہے تو اس کا تعارف بھی اسی طرح مفصل ہونا چاہیے اور اگر معمولی اہمیت ہے تو اس کا سرسری تذکرہ کافی ہوگا۔ اسی طرح، ہر نوع کے فیچر کے لیے تفصیلات مہیا کرنا ضروری نہیں۔ ایک اور اہم بات یہ کہ بہت سی تفصیلات ایک دو فقروں ہی میں سمیٹی جا سکتی ہیں، دراصل اس کا انحصار فیچر نگار کی عبارت پر ہے۔ مثلاً

یہ فقرہ : جب گھڑی نے دو پہر کے دو بجائے اور ڈاکٹر کے کلینک کا آخری مریض بھی رخصت ہو گیا تو 26 سالہ مسعود جو ادویہ ساز کمپنی کی پانچ سالہ ملازمت کے دوران سرجن افتخار سے ملاقات کے لیے یہاں پہلی بار آیا تھا۔ سرجن کے کمرے میں جھانکتے ہوئے بولا، گردے کی تبدیلی کے اس مریض کے بارے میں آپ کیا کہیں گے جس کے بارے میں اخبارات کئی دن سے خبریں شائع کر رہے ہیں اور جس کا مقدمہ اب عدالت میں بھی پیش ہونے والا ہے۔ اس فقرے میں بہت سی تفصیلات سمٹ آئی ہیں۔ مسعود کا تعارف یعنی اس کی عمر پیشہ اور مدت ملازمت سرجن کے کلینک میں اس کی موجودگی کا وقت، کلینک سے مریضوں کا ایک ایک کر کے رخصت ہونا، مسعود کی آمد کا مقصد اور وہ مسئلہ جس کے بارے میں وہ سرجن کا ردعمل جاننے کا خواہش مند تھا۔

اب تک مختصر تعارف کی مثال ملاحظہ ہو: ''چالیس سالہ انور نیا ٹی وی ڈرامہ لکھنے سے پہلے سات جاسوسی ناول لکھ چکا تھا۔''

اس مثال کا مقصد یہ بتایا ہے کہ جگہ جتنی کم ہوگی۔ پس منظر کی معلومات بھی اسی قدر مختصر ہوں گی۔ اسی طرح ایسے افراد کی نمایاں کامیابیوں کو فیچر کے ایک پیراگراف میں بیان کر دینا کافی ہوگا۔ مثلاً جہانگیر خاں کا تعارف ٹیپ کرتے وقت ان تفصیلات میں جانا ضروری نہیں کہ وہ اسکواش چمپئن شپ کے عالمی مقابلوں میں کب کب اور کس کس کے خلاف کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔ اگر وہ فیچر صرف اور صرف جہانگیر خان کے بارے میں ہے پھر تو آپ ان کی زندگی کے تمام یادگار لمحوں کا تذکرہ کریں گے، لیکن بالفرض فیچر کا موضوع اگر یہ ہو کہ'' آپ اپنی زندگی میں شہرت اور دولت کے درمیان کسے زیادہ اہم سمجھتے ہیں؟'' اور یہ سوال عالمی شہرت یافتہ لوگوں سے پوچھا جائے اور انہی مشہور عالمی لوگوں میں جہانگیر خاں بھی شامل ہو تو جہانگیر خاں کا تعارف ایک دو فقروں میں کرنے کے بعد آپ اپنے موضوع کی طرف آ سکتے ہیں، اس وقت جہانگیر خاں کے پورے کیریئر کا تذکرہ اور ان کی فتوحات کی تفصیل بیان کرنا غیر ضروری ہوگا بلکہ اس سے فیچر کا مجموعی تاثر مجروح ہوگا۔

رنگ آمیزی

رنگ آمیزی سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنے فیچر میں فطری انداز سے رنگ پیدا

کریں۔ بجائے اس کے کہ آپ ہر بات خود کہیں، بہتر یہ ہوگا کہ منظر اور کردار خود بولیں۔ مثلاً یہ لکھنا کہ وہ ایک دولت مند آدمی ہے، کوئی اچھی بات نہیں۔ البتہ جب اس طرح کی عبارت آئے کہ اس کی دو میں سے ایک مرسڈیز گاڑی دوستوں کے لیے وقف ہو چکی ہے تو اس فقرے سے ہی اس کے دولت مند ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ آپ نے اپنی بات بالواسطہ طور پر کہہ دی اور مناسب طریقہ بھی یہی ہے۔ فیچر نگار کو ریڈیو یا ٹی وی کے مبصر کا کردار ادا نہیں کرنا چاہیے، یعنی کچھ اس طرح کا کردار کہ سامعین اور حاضرین خاموشی سے متوجہ ہوں اور فیچر نگار ہر کردار کا تعارف اور ہر منظر کی کیفیت اپنی زبان سے ادا کرتا چلا جائے۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو اپنے فیچر میں رنگ اور کشش پیدا نہ کر سکیں گے۔ بہتر یہی ہوگا کہ آپ اپنی زبان بند رکھیں اور کرداروں کو بولنے دیں، حالات و واقعات کو صورت کشی کرنے دیں۔

حوالے کی عبارت اور مکالمے:

حوالے کی گفتگو جیسے داوین کے درمیان سند کے طور پر پیش کیا جا سکے یا کوئی مکالمہ، فیچر میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں، انہیں فیچر کے آغاز میں ہی نہیں، متن میں بھی مناسب انداز سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک تحریر اگر ناخواندگی کے بارے میں ہے تو اس میں سرکاری حکام، بین الاقوامی ماہرین، غیر سرکاری تنظیموں کی آرا کے حوالے اور خود ناخواندہ افراد کے بیانات آ سکتے ہیں۔ کسی عبارت میں اگر مناسب مواقع پر حوالے آئیں تو پس منظر کا بیان زیادہ وقیع اور موثر بن جاتا ہے۔ داوین کی عبارت سے پتہ چل جاتا ہے کہ کہنے والا شخص کس طرح سوچتا اور کس طرح بولتا ہے، مثلاً یہ فقرہ: ''اسمبلی کے دیگر ارکان کے رویے سے میں بیچارہ تو سخت عاجز آ چکا ہوں۔'' حوالے کی ایک عبارت سے کسی خیال کی بخوبی صراحت ہو جاتی ہے۔ مثلاً ''میں نے جو پروگرام وضع کیا ہے، اس سے ایک مضبوط مالیاتی تنظیم کی بدولت قومی قرضہ چار سال کے اندر گھٹ جائے گا۔'' وزیر خزانہ کے اس فقرے سے ان کے آئندہ عزائم کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ ایک اور فقرہ۔ ''تین سال کی عمر میں جب میں نے پہلی بار ساز کی آواز سنی تو اسی لمحے طے کر لیا کہ میں بڑا ہو کر وائلن بجاؤں گا۔'' اس فقرے سے ایک شخص کے ماضی یعنی طفولیت کے اس تجربے کا علم ہو جاتا ہے جس نے اس کے مستقبل کی تشکیل کی۔

مکالمے میں وہ سچائی ہوتی ہے جو فیچر نگار اپنے بیان سے پیدا نہیں کر سکتا، مندرجہ بالا فقرے جو ایک رکن اسمبلی، ایک وزیر خزانہ اور ایک موسیقار نے اپنی اپنی زبان سے ادا کئے، اگر تحریر میں فیچر نگار کی طرف سے آتے تو وہ بات پیدا نہ ہوتی البتہ مکالمے کو ضبط تحریر میں لانا عموماً مشکل ہوتا ہے۔فیچر میں مکالموں کو شامل کرنے کا کوئی مقصد ہونا چاہیے، مثلاً مکالمے سے یہ صراحت ہو رہی ہو کہ کوئی شخص کس لہجے میں بات چیت کرتا ہے اور دوسروں کے جواب میں اس کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔ اگر کوئی بیان موسم کے بارے میں ہو تو اس سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوگا، البتہ جب کرکٹ کا کھلاڑی آسمان کا رنگ دیکھ کر کہے کہ ''رات اگر ہلکی بوندا باندی ہوگئی تو کل صبح وکٹ نم ہوگی اور اس صورت میں شاید کھیل دیر سے شروع ہو'' تو موسم پر یہ تبصرہ کھلاڑی کی اپنی زبانی نہایت اہم ہو سکتا ہے۔

لیلیٰ زبیری پاکستان ٹیلی ویژن کی ایک مقبول ڈرامہ آرٹسٹ ہیں۔ ان کے بارے میں ایک فیچر نظر سے گزرا۔فیچر نگار فاروق اقدس نے لیلیٰ زبیری کا مختصر تعارف لکھا ہے، ایک حوالہ ان کے شوہر کرنل طارق کا بھی آتا ہے۔ پھر ان دونوں سے کچھ باتیں کی ہیں بیشتر باتیں فیچر نگار نے اپنی معلومات کی بنا پر لکھی ہیں، البتہ جس مقام پر یہ محسوس ہوا کہ قارئین مزید کچھ باتیں خود لیلیٰ زبیری اور ان کے شوہر کی زبانی سننا پسند کریں گے، اس وقت فیچر نگار نے وہ باتیں اپنی جانب سے نہیں بلکہ مذکورہ دونوں کرداروں کی زبان سے ادا کی ہیں۔ مثلاً اس سوال کے جواب میں کہ اب تو آپ نے آرمی کو خیر باد کہہ دیا ہے، اس لیے اب آپ کی بیگم تو کیا، آپ بھی ٹی وی پر ایکٹنگ کر سکتے ہیں۔تو کیا خیال ہے؟

''جی ہاں' میں بالکل تیار ہوں' لیکن ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ میرے مقابل ہیروئن لیلیٰ نہ ہوں، تاکہ میں اپنے جذبات کا صحیح طور پر اظہار کر سکوں' ---کرنل طارق نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

اسی فیچر میں آگے چل کر یہ عبارت آتی ہے:

''اس سوال کا جواب کہ ٹی وی پروڈیوسرز آپ کو محض آپ کی غیر معمولی خوبصورتی کی وجہ سے ڈراموں میں کاسٹ کرتے ہیں یا پرفارمنس کی وجہ سے؟

لیلیٰ زبیری نے قدرے برا مانتے ہوئے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا میں نے یہ بات پہلے بھی کہی ہے کہ میں چاہتی ہوں کہ ٹی وی کے ناظرین میری تعریف نہ کریں بلکہ

میری اداکاری کے بارے میں بات کریں۔ میری یہ خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ ٹی وی ڈرامے میں اپنی اصل شکل اور حقیقی رنگ روپ میں نہ آؤں۔ کوئٹہ سنٹر سے پیش کیا جانے والا ڈرامہ خاک جاہ (کوڑے کی جگہ) میری زندگی کا بہترین ڈرامہ ہے، جس میں میں نے ایک کوڑا چننے والی خانہ بدوش لڑکی کا کردار ادا کیا تھا''

(اخبار جہاں، 7 تا 13 جنوری 1991ء)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ جو الفاظ مذکورہ دونوں کرداروں کی زبانوں سے ادا کئے گئے ہیں، وہ کتنے اہم ہیں اور اگر وہی باتیں بالواسطہ طور پر لکھی جاتیں اور فیچر نگار وہی کچھ اپنے طور پر بیان کرتا تو فیچر میں مطلوبہ تاثر پیدا نہ ہوتا۔

اہم شخصیات کے بارے میں جاننے کی خواہش قاری کے دل میں فطری طور پر موجود ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ فیچر نگار شخصیات کے بارے میں فیچر لکھتے ہوئے ان سے اس طرح کے سوال ضرور کرتا ہے: ''بچپن کا کوئی واقعہ جس نے آپ کی زندگی پر گہرا اثر ڈالا؟'' آپ کی زندگی کا کوئی یادگار واقعہ؟'' اور اس کے جواب میں متعلقہ شخص جو کچھ بتاتا ہے اسے بڑی دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس طرح کی معلومات دوسرے افراد فراہم کرتے ہیں، لیکن ان میں بھی دلچسپی کا عنصر کم نہیں ہوتا۔ سر سید احمد خاں، ڈاکٹر محمد اقبال، محمد علی جناح، مولانا محمد علی جوہر اور لاتعداد ملی شخصیات کے بارے میں جب ہم مضامین پڑھتے ہیں، جنہیں اخبار کے قاری کے مذاق کے پیش نظر فیچر کا رنگ دیا جاتا ہے تو ان مضامین میں مذکورہ شخصیات کی زندگیوں کے ایسے واقعات بھی درج کئے جاتے ہیں، جن کا تعلق ان کے زمانہ طفولیت یا طالب علمی سے ہوتا ہے۔ مثلاً سر سید کی زندگی کا وہ واقعہ جب ایک معمر ملازمہ سے گستاخی کرنے پر والدہ نے ننھے سید کو گھر سے نکال دیا اور اس وقت تک واپس آنے نہیں دیا، جب تک انہوں نے ملازم سے اپنے رویے کی معافی نہیں مانگ لی۔ اس طرح علامہ اقبال کی شوخی، محمد علی جناح کی متانت اور رکھ رکھاؤ اور محمد علی جوہر کی زندہ دلی کے واقعات بھی ان کے بارے میں فیچر لکھتے وقت، مطالعہ کی چاشنی کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جس شخص کے بارے میں فیچر لکھا جا رہا ہو، اس کے حوالے سے اگر دلچسپ واقعات کا بیان آ جائے تو فیچر میں گہرائی اور رنگینی آ جاتی ہے۔ فیچر نگار اگر کسی کا تعارف لکھ رہا ہو تو بہت سے لوگوں سے مل کر

متعلقہ شخصیت کے بارے میں بہت کچھ پوچھ سکتا ہے۔ پاکستان کے وزیراعظم مسٹر نواز شریف نے جب اپنے عہدے کا چارج لیا تو رپورٹروں کو ان کی زندگی کے ایسے واقعات کی نقاب کشائی کا خیال آیا جو قارئین کے لئے نئے اور ان کی ضیافت طبع کا ذریعہ ہوں، ان کے خاندانی حالات، مذہبی رسوم اور روایات کا احترام جو انہیں والدین سے ملا اس کا تذکرہ، ان کی جفاکشی اور کاروباری ذہانت، ان سب کی تفصیل اخباروں میں شائع ہوئی اور یہ باتیں کچھ بیگم نواز شریف کی زبانی اور کچھ خاندانی حوالوں سے سامنے آئیں۔ کچھ باتوں کا علم رپوٹروں کو پہلے سے تھا، اس وقت سے جب وہ پنجاب کے وزیراعظم مقرر ہوئے تھے۔

فیچر کا اختتامیہ

اخبار میں شائع ہونے والی خبر اپنے فطری انجام کو پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ فیچر کو اس کے برعکس مناسب انداز سے تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے۔ کوئی مناسب سا فقرہ یا محاورہ جو کسی کی زبان سے ادا ہو کر اہمیت اختیار کر چکا ہو، فیچر کے آخر میں اس طرح آئے کہ اس کا بھرپور تاثر پیدا ہو، یہ ہے اس کا اختتامیہ۔ پوری عبارت کا نفس مضمون یا اگر وہ فیچر کسی فرد کے بارے میں ہے تو اس کی زندگی کا نچوڑ، آخری سطر میں سمٹ آئے، یہ ہے ایک کامیاب اختتامیہ۔ یہ فقرے اتنا سادہ اور سپاٹ نہ ہوں کہ بے اثر محسوس ہوں اور نہ اتنے الجھے ہوئے کہ قاری ان کا مفہوم تلاش کرتا ہی رہ جائے۔ بہر حال ان کا پر اثر ہونا ضروری ہے جیسے طبل پر آخری ضرب، جس کی گونج تھرتھراہٹ بن کر فضا میں دیر تک محسوس ہو۔ مثلاً ایک مصنف کے بارے میں فیچر اس عبارت پر ختم ہوتا ہے:

> ''رخصت ہوتے ہوئے میں نے کہا، آپ کو زمانے کی ناقدری سے شکایت ہے، کتب فروشوں سے بھی گلہ ہے کہ وہ کتابوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم آپ کو بروقت ادا نہیں کرتے، کیا آپ کسی فرد کے حسن سلوک سے مطمئن بھی ہیں؟ جی ہاں، انہوں نے جواب دیا، ردی فروش کے حسن سلوک سے۔ میرے سب سے اچھے گاہک وہی ہیں۔ وہ میری رقم نہیں دباتے۔''

فیچر کا اختتامیہ مصنوعی نہیں ہونا چاہئے۔ خواہ مخواہ بات بنانے سے عبارت طویل

ہو جائے گی اور بے لطفی پیدا کرے گی ہاں اگر ضروری ہو تو کسی غیر اہم واقعے کی تفصیل پر بھی فیچر کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک اخبار نے جمیل دہلوی کا انٹرویو شائع کیا۔ یہ ایک پاکستانی فلم ڈائریکٹر ہیں جو بیشتر عرصہ لندن میں گزارتے ہیں۔فیچر نگار نے ان کا انٹرویو ان الفاظ پر ختم کیا'' مزید فلمیں بنانے کے لئے سرمایہ چاہئے اور سرمائے کے حصول میں عام طور پر بہت تاخیر ہو جاتی ہے۔ اس طرح ان کے یہاں فلم سازی میں طویل وقفے آجاتے ہیں۔ ایسے میں جمیل دہلوی بیکار بیٹھنے کی بجائے اپنے بچپن کے شوق کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور وہ ہے پینٹنگ۔''

فیچر نگار کے لیے یاد رکھنے کی باتیں:

- کیا میں نے اپنے موضوع کی تلاش کے لیے مختلف ذرائع استعمال کئے؟
- کیا میں نے اپنے موضوع پر تحقیق کی ہے؟
- کیا ایک موثر ابتدائیے کے لیے ایک پرکشش نکتہ مجھے مل گیا ہے؟
- میں جو کچھ لکھنے جا رہا ہوں، کیا اس کا بیشتر حصہ بیانیہ ہوگا اور اس میں جن لوگوں کے نام آئیں گے، ان کی بات چیت کے حوالے اور پس منظر کے حقائق کیا میرے پاس موجود ہیں؟
- کیا میری عبارت میں ایک اچھے اسلوب کا پتہ چلتا ہے اور اس میں قارئین کے لیے کشش موجود ہے؟
- کیا میری تحریر سے ایک اچھی سٹوری نکلتی ہے اور اس کا اختتامیہ بخوبی ہوا ہے؟

☆☆☆